رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ؎
سہ ماہی .... عاں

ہفتہ وار مملکت

اڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ؎
سہ ماہی .... عاں

قیمت فی پرچہ ۲ر

قیمت پرانا پرچہ ۴ر

جلد ۵ | ۱۵ر شہریور ۱۳۵۴ف | ۱۱ر شعبان ۱۳۶۴ھ | ۲۱ر جولائی ۱۹۴۵ء شنبہ | نمبر ۱۴

کیا کانگریس تمام فرقوں کی نمائندہ ہے؟

ڈاکٹر امبیڈکر کی تردید

بجز چھوت چھات کو رفع کرنے کے نعرے کے جو بالکل غیر حقیقی ہے مہاتما گاندھی ہمیشہ ایک دوسری صورت کے راسخ العقیدہ ہندو رہے ہیں۔ مسٹر گاندھی کو اپنا نجات دہندہ سمجھنے کے بجائے ـــ جیسا کہ کانگریسی چاہتے ہیں کہ سمجھا جائے ـــ اچھوت اقوام یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ گاندھی جی سے ہوشیار رہو" یہ وہ خیالات ہیں جو ڈاکٹر امبیڈکر نے اپنی ایک کتاب میں ظاہر کئے ہیں جو گزشتہ ہفتے شائع ہوئی ہے۔

اس کتاب کا عنوان ہے "کانگریس اور مسٹر گاندھی نے اچھوت اقوام کے لئے کیا کیا ہے"۔ اس کتاب میں چیلنج دیا گیا ہے کہ کانگریس اور گاندھی جی اپنے اس دعوے کو ثابت کریں کہ وہ اچھوت اقوام کے نمائندے ہیں۔

سنہ ۱۹۳۷ء کے انتخابات کا صوبہ واری تجزیہ کر کے اعداد و شمار کے ذریعہ ڈاکٹر امبیڈکر نے کانگریس کے اس دعوے کی تردید کی ہے کہ اس نے پست اقوام کی (۱۵۱) نشستوں میں سے بجز (۳۱) کے تمام نشستوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس میں بتلایا گیا ہے کہ کانگریس نے صرف (۷۳) نشستوں پر قبضہ کیا اور وہ بھی ان ہو لتوں کے باوجود جو کانگریس کو حاصل تھیں۔ ڈاکٹر امبیڈکر کہتے ہیں کہ کانگریس کا یہ دعویٰ کہ وہ تمام فرقوں اور طبقوں کی نمائندگی کرتی ہے واقعات پر مبنی نہیں ہے۔ اور وہ ہندوستان کے (۶) کروڑ پست اقوام کی تو کسی طرح نمائندہ نہیں ہے۔

ڈاکٹر امبیڈکر کہتے ہیں کہ کانگریس اور اچھوت اقوام کے مابین بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اچھوت اقوام اپنے آپ کو ہندو قوم سے علحدہ سمجھتے ہیں اور کانگریس اچھوت اقوام کو اقتدار میں شریک کرنا نہیں چاہتی ہے بلکہ کانگریس حکمراں طبقہ کے مترادف ہو گئی ہے اور غلط پروپگنڈے سے پست اقوام کو گمراہ کر رہی ہے۔

ڈاکٹر امبیڈکر کا بیان ہے کہ ہریجن سیوک سنگھ جس کے بانی مہاتما گاندھی ہیں برائے نام ایک خیراتی ادارہ ہے۔ اس کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ اچھوت اقوام کو کانگریس اور ہندوؤں کے تابع رکھا جائے اور اس ادارے کو ہر اس تحریک کے خلاف استعمال کیا جائے جو اچھوتوں کو ہندوؤں کی سماجی، معاشی اور مذہبی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے شروع کی جائے۔ مصنف کا بیان ہے کہ کانگریس اور ہریجن سیوک سنگھ کا مقصد "اچھوتوں کو مہربانی سے قتل کرنا ہے"۔

ڈاکٹر امبیڈکر اس ادعا کی تردید کرتے ہیں کہ میثاق

پونا کے ذریعہ پست اقوام کو جو کچھ سیاسی حقوق حاصل ہوئے وہ مہاتما گاندھی کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔

دو ابواب میں چھوت چھات کے خلاف مہاتما گاندھی کی مہم پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر امبیڈکر (۲۰) سوالات پیش کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ کانگریس اپنے خلوص کو ثابت کرنے کے لئے ان سوالات کا جواب دے گی۔ یہ سوالات مختصراً حسب ذیل ہیں۔

(۱) جب سنہ ۱۹۲۱ء میں ملک سوراج فنڈ سے جس کی مقدار ایک کروڑ تھی چھوت چھات کے انسداد کے لئے صرف (۴۳) ہزار روپے دئے گئے تو مہاتما گاندھی نے احتجاج کیوں نہیں کیا حالانکہ مہاتما گاندھی نے یہ اعلان کیا تھا کہ جب تک چھوت چھات دور نہ ہو جائے سوراج حاصل نہیں ہو سکتا۔

(۲) سنہ ۱۹۲۲ء کا باردولی پروگرام روبہ عمل کیوں نہیں لایا گیا؟

(۳) سنہ ۱۹۲۲ء اور اس کے بعد چھوت چھات کی عدم پابندی کو کانگریس میں حق رائے دہی کی شرط کیوں نہیں قرار دیا گیا۔

(۴) اچھوتوں کے لئے مہاتما گاندھی نے ایک بار بھی برت کیوں نہیں رکھا؟

(۵) ہریجنوں کی جانب سے گاندھی جی نے ہندوؤں کے خلاف ستیاگرہ کیوں نہیں کیا؟

(۶) سنہ ۱۹۲۹ء میں جب پست اقوام نے باؤلیوں سے پانی لینے اور مندر میں داخلہ کے لئے ستیاگرہ کیا تھا تو مہاتما گاندھی نے اس کی مذمت کیوں کی؟

(۷) جب تراونکور میں زمورین نے اچھوتوں کو مندر میں داخلہ کی اجازت نہیں دی تو گاندھی جی نے حسب وعدہ برت کیوں نہیں رکھا؟

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۰)

ہفتہ وار مملکت

نمبر ۱۴	۱۵ نومبر	جلد ۵

ہماری اُمیدوں کا مرکز

ذات شاہانہ سے رعایائے آصفی کی محبت اور والہانہ محبت کی نسبت اگر کسی کے دل میں ذرا سا بھی شک رہا ہو تو گزشتہ ہفتہ ایسا شک رفع ہو گیا ہوگا کیونکہ اس خبر کے سنتے ہی کہ مزاج ہمایوں ناساز ہے سارے ملک میں خاموش تشویش کی ایک لہر دوڑ گئی تھی اور تشویش کی یہ کیفیت بلا لحاظ مذہب و ملت، عمر و صنف اور طبقہ ہر حیدرآبادی کے دل و دماغ پر طاری تھی۔ ہمیں اخبار "میزان" کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ معاصر موصوف نے حضرت اقدس و اعلیٰ کی علالت کی خبر اہل ملک تک پہنچائی اور انہیں موقع دیا کہ وہ ذات شاہانہ کی صحت و عافیت اور درازی عمر کے لئے دعائیں مانگیں۔

جیسا کہ "میزان" نے لکھا ہے حضرت بندگان اقدس کی صحت و عافیت کی خبر حیدرآباد میں اس درجہ اہم ہے کہ ایسی خبروں کو اخبارات اور ریڈیو کے ذریعہ اہل ملک تک ہر روز پہنچانے کی ضرورت ہے۔ اب بفضل تعالیٰ بندگان اقدس کو صحت ہوئی تو ہر حیدرآبادی نے اطمینان کا سانس لیا اور ہر چہرے سے مسرت اور انبساط کے آثار نمایاں ہو گئے۔

سطور بالا میں ہم نے جن واقعات اور مشاہدات کو پیش کیا ہے ——— یعنے علالت شاہانہ کی خبر پر ایک عام اور گہری تشویش اور صحت یابی کا مژدہ سننے کے بعد مسرت اور انبساط کا اظہار ——— اُن سے دو نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم حیدرآبادی اپنی وطنی آزادی اور قومی خود داری کے مرکز یعنے تاجدار دکن کو بلا لحاظ فرقہ و طبقہ دل و جان سے چاہتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ حضرت آصف جاہ سابع نے اپنے دور حکمرانی میں ملک اور اہل ملک کی جو خدمات انجام دی ہیں اُس کا احسان مندانہ اعتراف ہر حیدرآبادی کرتا ہے اور خلوص دل سے چاہتا ہے کہ یہ دور تادیر برقرار رہے۔

ہم نے گزشتہ چند روز میں دیکھا کہ ایسے لوگ بھی جو نظم و نسق اور سیاسیات سے کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتے مثلاً گھروں میں بیٹھنے والی بوڑھی عورتیں، کمسن طلبہ، ان پڑھ رہبرو وغیرہ ذات شاہانہ سے صحیح معنوں میں والہانہ محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔ جوں ہی انھوں نے سنا کہ اعلیٰحضرت کے دشمنوں کا مزاج ناساز ہے بے اختیار ان کے دل سے صحت و عافیت اور درازی عمر کی دعائیں نکلنے لگیں۔ حیدرآباد کے لیے یہ بات کوئی غیر معمولی نہیں۔ لیکن ہم اس لیے اس کا ذکر کر رہے ہیں کہ اس دور میں جبکہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ شاہ پرستی کا جذبہ پژمردہ ہوتا جا رہا ہے محبت و عقیدت کے یہ خاموش مظاہرے اس بات کا ثبوت ہیں کہ آج بھی اہل حیدرآباد کی ساری تمناؤں اور امیدوں کا مرکز ذات شاہانہ اور محض ذات شاہانہ ہے۔ اور یہ واقعہ ہمارے لئے مختلف حیثیتوں سے موجب طمانیت ہے۔ خدا کرے کہ حضرت آصف جاہ سابع کامل صحت و عافیت کے ساتھ تا دیر اس سلطنت ابد مدت پر حکمراں رہیں اور ذات شاہانہ کے ساتھ رعایا کی ایسی ہی والہانہ محبت اور عقیدت قائم رہے جس کے ناقابل فراموش مگر خاموش مظاہرے ہم نے گزشتہ دس بارہ روز کے دوران میں دیکھے اور جن سے ہمارے اس ایقان کو تقویت ہوئی کہ مملکت آصفیہ کی تمدنی وحدت اور سیاسی آزادی پر کوئی آنچ نہیں آسکتی۔ پس اگر حیدرآباد کے ہندو اور مسلمان، عیسائی اور پارسی، امیر اور غریب کسی مرکز سے اپنے آپ کو وابستہ کر کے ایک ہو سکتے ہیں تو وہ مرکز تخت و تاج آصفی ہے۔ حضرت آصف جاہ سابع جیسا حکمراں حیدرآباد کو اس کی گزشتہ تاریخ میں نہیں ملا۔ آج ہمارے آقائے ولی نعمت ہندوستان بھر میں بلحاظ اپنے کردار، فراست اور جذبہ خدمت گزاری کے ممتاز ترین مقام کے مالک ہیں۔ اس مبارک دور میں اور ایسے ہی اولوالعزم تاجدار کی قیادت میں اگر اہل حیدرآباد اپنے وطن کی کھوئی ہوئی عظمت اور اس کے سیاسی و معاشی حقوق کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کریں تو یہ ان کی خوش قسمتی ہوگی۔ ایسا مساعد زمانہ کسی قوم یا ملک کو مشکل سے ملتا ہے۔

یہ ہیں ہمارے تاثرات جنھیں ہم بندگان اقدس کی صحت کاملہ اور درازی عمر کی دعا پر ختم کرتے ہیں۔

صدر المہام بہادر مال توجہ فرمائیں

ہمارے ہاں متعدد شکایتیں وصول ہوئی ہیں جن کی تصدیق ہمارے ذاتی تجربہ اور مشاہدے سے بھی ہوتی ہے۔ یہ شکایت عام ہے کہ جلانے کی لکڑی اور کوئلے کے بڑے بیوپاری ڈپوؤں کی عدم دستیابی کے بہانے سے ان اشیاء کی مصنوعی قلت پیدا کر رہے ہیں اور من مانے قیمت وصول کر رہے ہیں۔ سنا گیا

ہے کہ جب بعض اصحاب نے ناظم صاحب جنگلات کو اس جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی تو صاحب موصوف نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ حیدرآباد سے ایندھن اشیاء کی قیمتیں اور بھی زیادہ ہیں۔ ناظم صاحب کا یہ تغافل و بے اعتنائی قابل افسوس ہے۔ ہم صدر المہام بہادر مال سے متوقع ہیں کہ وہ جلانے کی لکڑی اور کوئلہ کی فراہمی کا کوئی مناسب انتظام فرمائیں گے تاکہ غریب اور متوسط طبقہ کے لوگ بھی روز افزوں مصیبتوں سے نجات پا سکیں۔

دوسرا مسئلہ صدر المہام بہادر مال کی توجہ کا مستحق ہے وہ ترکاریوں کی قلت اور گرانی سے متعلق ہے۔ ہم نے چند ماہ قبل اخبارات میں پڑھا تھا کہ محکمہ زراعت ترکاریوں کی کاشت کروا رہا ہے اور شہریوں کو مناسب نرخ پر ترکاریاں فروخت کی جائیں گی۔ غور طلب امر یہ ہے کہ اگر واقعی ترکاریوں کی کاشت کی جا رہی ہے تو شہریوں کو ان سے استفادہ کا موقع کیوں نہیں دیا جا رہا ہے۔

ایک اور توجہ طلب امر یہ ہے کہ شہری رسد کا محکمہ ایک وسیع عملہ کے ساتھ قائم ہے پھر بھی شہریوں کو روزمرہ ضروریات کی اشیاء سرکاری نرخوں پر نہیں مل رہی ہیں۔ جس طرح کپڑے کا چور بازار گرم ہے اسی طرح سامان خوردنی کی روزمرہ ضروریات کی اشیاء کا چور بازار بھی گرم ہے۔ اگر ان محکمہ جات کو کافی عملہ نہیں دیا گیا ہے تو ضروری عملہ فوراً ملنا چاہئے اور اگر کافی عملہ رکھنے کے باوجود عوام کی پریشانیوں میں کمی نہیں ہو رہی ہے تو حکومت کو اپنے انتظامات پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔

ہم صدر المہام بہادر مال کو اس امر کی جانب بطور خاص متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ جب کمرشیل کارپوریشن کے پاس اجناس کے وافر ذخائر موجود ہیں اور جب اس سال بارش کا آغاز نہایت امید افزا ہے تو کیوں نہ جوار اور موٹے چاول کی قیمت گھٹا دی جائے۔

ایک دریافت طلب امر یہ ہے کہ معقول زائد منافع کی رقم سے غریبوں کو سستا اناج فراہم کرنے کے لئے دو لاکھ کی جو رقم بارگاہ خسروی سے منظور ہوئی تھی اس کا کیا حشر ہوا اور غریبوں کو سستا اناج کیوں نہیں مل رہا ہے؟ اگر یہ محض دفتری تساہل ہے تو اس تساہل کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

ہمیں توقع ہے کہ آنریبل مسٹر ساسیج صدر المہام مال و رسد جنھوں نے اپنی کارکردگی کی وجہ سے بہت کم قلیل مدت میں عوام میں مقبولیت حاصل کر لی ہے اور جو پبلک شکایتوں کے ازالہ کی جانب بہت جلد متوجہ ہو جاتے ہیں ہماری ان گزارشات پر بطور خاص توجہ فرما کر ضروری ہدایات جاری فرمائیں گے۔

ارکان مجلس قائمہ استعفے واپس لے لیں

چانسلر ایوان والیان ریاست کا خط

بمبئی ۲۰ جولائی۔ ایوان والیان ریاست کی مجلس قائمہ کے ارکان کو جنھوں نے گزشتہ دسمبر میں استعفا دیدیا تھا اب چانسلر نواب صاحب بھوپال کا خط طلب ہے کہ وہ اس یقین آفرینی کے مد نظر جو انھوں نے گزشتہ جون میں نائب نمائندہ تاج سے ملاقات کے وقت حاصل کی تھی اپنے استعفے واپس لے لیں۔ خط میں لکھا ہے۔ "چانسلر و ارکان مجلس قائمہ ایوان والیان ریاست نے ۳ دسمبر سنہ ۴۴ء کو اپنے اپنے عہدوں سے استعفی دیدیا تھا۔ وہ محکمہ سیاسیات کے دو خطوط بتاریخ ۲۹ نومبر اور ۱۲ دسمبر کو موصول ہونے پر یہ قدم اٹھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ والیان ریاست نے تصور کیا کہ ان خطوط سے بعض ایسے امور کی نسبت جو ریاستوں ان کے مسائل اور خود ان پر علاوہ اثر انداز ہونے والے بنیادی اصول کے متعلق تھے۔ مزید گفت وشنید کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ ہز اکسلنسی نے ان مسائل پر مجھ سے بہت گفتگو کی اور مہربانی سے موقف پر نظر ڈالی۔ انھوں نے واضح کیا کہ خطوط کا یہ منشاء اس تعبیر کا حامل نہ تھا جو والیان ریاست نے کی۔ انھوں نے ہم کو مزید یقین دلایا کہ وہ ہماری دشواریوں کو سمجھتے اور محسوس کرتے ہیں اور جیسا کہ وہ ہمیشہ تیار رہے ہیں ان کو دور کرنے پر تیار رہیں گے۔ انھوں نے قریبی تاریخ میں والیان ریاست کے نمائندہ سے ملاقات کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔"

خط میں استعفا واپس لینے کا مشورہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔ "اس تدبیر کو مناسب سمجھا جاتا ہے تاکہ اس سے ریاستوں پر اثر انداز ہونے والے نمایاں مسائل پر ہم آہنگی سے مزید گفت وشنید جاری رکھی جا سکے اور والیان ریاست کے لئے ملک کی پیش رفت اور اس کے باشندوں کی ترقی میں اس نوبت پر پورا حصہ ادا کرنا ممکن ہو جائے۔"

سمجھا جاتا ہے کہ متذکرہ خطوط جن کی بناء پر مجلس قائمہ نے استعفی دیا سابقہ ذاتی حقوق اور عدالت ثالثی کے قیام کے متعلق والیان ریاست کی درخواست کا جواب تھے۔ والیان ریاست نے تاج سے ریاستوں کے تعلقات کو بدلنے اور ریاستوں کی مرضی کے بغیر یک طرفہ کارروائی سے تاج کے واجبات کو پورا کرنے پر بھی اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ جہاں مسائل مالی معاشی یا انتظامی امور سے متعلق ہیں جن میں معاہدات و سند ناموں کی تعبیر بھی شامل ہے۔

ترکی سے روس کے مطالبات

لندن ۲۰ جولائی۔ رو ایسوسی ایٹیڈ پریس آف امریکہ کو معلوم ہوا ہے کہ مسٹر سکرو دی سراج اوغلو وزیر خارجہ ترکیہ جو انقرہ جاتے ہوئے لندن آئے ہیں مسٹر ایڈن سے ان جدید مطالبات پر گفتگو کر رہے ہیں جو روس نے ترکی سے کئے ہیں۔ توقع کی جاتی ہے کہ وہ لندن میں اکھ برلن کی کانفرنس کے اختتام تک ٹھیریں گے تاکہ مسٹر ایڈن سے گفتگو کریں اور مسٹر چرچل سے برلن سے آنے کے بعد ملیں۔

کہا جاتا ہے کہ روس کے مطالبات کے متعلق برطانوی پالیسی میں کچھ تبدیلی ہوئی ہے۔ اگرچہ شروع میں ان مطالبات کے متعلق برطانیہ کا رویہ ناخوشگوار تھا مگر باور کیا جاتا ہے کہ اب حکومت برطانیہ ایک حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کر رہی ہے اور دردانیال کے اقتدار کے معاملہ میں روس کے مطالبات کو ایک حد تک ماننے کے لئے تیار ہے۔ جس کی وجہ سے میثاق مونٹریو پر نظر ثانی کی گنجائش ہوگی۔ ایسی صورت میں جب اکھ برلن کی کانفرنس ہوگی تو توقع کی جاتی ہے کہ مسٹر چرچل اس میثاق پر ایک وسیع بین الاقوامی بنیاد پر نظر ثانی کرنے کے لئے اصرار کریں۔

ایوننگ اسٹانڈرڈ کا نامہ نگار نیویارک سے لکھتا ہے کہ اکھ برلن کی کانفرنس درحقیقت صلح کانفرنس ہوگی۔

یہ نامہ نگار ایک مستند امریکی جریدہ نیوز ویک کی اس تحریر کا حوالہ دیتا ہے کہ شاید کوئی اور صلح کانفرنس ایسی منعقد ہو گی جس میں جنگ یورپ کے تمام فریق موجود ہوں۔

نیوز ویک یہ بھی لکھتا ہے کہ صدر ٹرومین اور ان کے مشیروں کو امید ہے کہ برلن کانفرنس میں اطمینان بخش طور پر صلح کا ایک عام خاکہ تیار کیا جائے گا۔ یہ جریدہ اس بات کا انکشاف کرتا ہے کہ صدر ٹرومین جرمنی میں اتحادیوں کی اقتصادی پالیسی کے لئے ایک جدید آباد کاری کی اسکیم پیش کریں گے۔ امریکی ماہرین نے ایک نقلی نظام ( ) تجویز کیا ہے جس کے تحت جرمن اپنے فاتحین کو جو مال ادا کریں گے اس کی قیمت خصوصی نقاد پر مشتمل ہوگی۔ مثلاً روس کی تعمیر جدید میں ایک جرمن مزدور کے فرائض کی قیمت ہر سال پانچ پونڈ (نقاد) ہوگی۔ برطانیہ کو جرمن باربردار جہاز دئے جائیں گے۔ ان کی قیمت (۵۰۰) پونڈ فی ٹن ہوگی۔

(اے۔ پی)

دیسی اور بدیسی سرمایہ داروں کا اتحاد

از

جمنا داس دوارکا داس

ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن لندن میں تقریر کرتے ہوئے سر اردشیر دلال نے کہا کہ سیاسیات کو معاشی ترقی کے راستہ میں نہیں چھوڑ دینا چاہئے۔ ایک عام اصول کی حیثیت سے اس مقولہ کی صداقت سے بہت کم لوگ انکار کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ہر قاعدہ کا ایک استثنا بھی ہوتا ہے۔ میں یہ کہنے کی جرأت کروں گا کہ ہندوستان جن خاص حالات میں گھرا ہوا ہے۔ ان کے مد نظر اس مقولہ کا ہندوستان پر اطلاق نہیں ہو سکتا۔ بمبئی پلان جس پر سر اردشیر دلال کے بھی دستخط ثبت ہیں اس بات کو کافی طور پر واضح کیا گیا ہے کہ کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ موجودہ حکومت کی جگہ حقیقی قومی حکومت کا قیام عمل میں نہ آئے۔

برطانوی تسلط کا منشا

سر اردشیر اور ان کے ہم خیالوں پر یہ بات ضرور واضح ہو گی کہ جب تک سیاسی مسئلہ حل نہ ہو جائے معاشی مسائل کو حل کرنے کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوں گی۔ نہ صرف یہی بلکہ ایسی کوششوں سے عوام کے معاشی مفادات بے حد متاثر ہوں گے۔ اس بات کا اعادہ بالکل غیر ضروری ہے کہ ہندوستان پر برطانوی تسلط کا منشا برطانیہ عظمیٰ کے مفاد کے لئے ہندوستان کا معاشی استحصال رہا ہے۔ ہندوستان کے لئے کئی دستور بنائے گئے اور بدلے گئے لیکن برطانیہ کے حقیقی محرکات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور معاشی استحصال برابر جاری رہا۔

معاشی استحصال

ایک مرتبہ لارڈ سالسبری نے کہا تھا کہ ہندوستان کا خون چوس لیا گیا اور دادا بھائی نوروجی جیسے محبان وطن نے ایک کتاب شائع کی تھی جس میں ناقابل تردید شہادت سے یہ ثابت کیا گیا کہ برطانیہ ہندوستان کو معاشی استحصال کر رہا ہے۔ اس موضوع پر آر سی دت اور دیگر اشخاص جیسے محبان وطن نے بھی اپنے مقالات سے روشنی ڈالی اور ہندوستان و انگلستان کے باشندوں کو اصل صورت حال سے واقف کرانے کی کوشش کی۔ رناڈے اور گوکھلے نے برطانوی نظم و نسق کی اس بنا پر مذمت کی کہ اس کے تحت ہندوستان کا معاشی استحصال کیا جا رہا ہے۔

گوکھلے نے یہاں تک کہا ہے کہ برطانیہ کی مالیاتی اور معاشی پالیسی برطانوی نظم و نسق پر ایک سیاہ دھبہ ہے۔

لارڈ ہارڈنگ کا اعتراف

۱۹۱۴ء کی جنگ کے دوران میں لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند نے امپیریل کونسل میں اس ناانصافی کا اعتراف کیا جو لنکا شائر کی صنعت کی حفاظت کے لئے ہندوستان کے پارچہ پر محصول عائد کر کے برتی جا رہی ہے لارڈ ہارڈنگ نے ہندوستان سے یہ خواہش کی کہ وہ اس ناانصافی کو بھول جائے اور یہ وعدہ کیا کہ آئندہ معاشی پالیسی انصاف پر مبنی ہو گی۔ دارالعوام میں وہ اصلاحات پیش کرتے ہوئے وزیر ہند مسٹر مانٹیگو نے اپنے ایک بیان میں یہ وعدہ کیا کہ ہندوستان کے معاشی معاملات میں وائٹ ہال کی مداخلت ختم ہو جائے گی اور جب کبھی حکومت ہند اور اسمبلی میں کسی معاشی مسئلہ پر اتفاق رائے ہو وزیر ہند مداخلت نہیں کرے گا۔ اس پالیسی کے مطابق میں نے اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے حکومت ہند سے جب یہ دریافت کیا کہ آیا وہ ایک ایسے مستقل کمیشن کے تقرر پر آمادہ ہے جو ہندوستانی صنعتوں کی حفاظت سے متعلق امور پر غور کرے۔ میں جانتا ہوں کہ مسٹر مانٹیگو کے ایما پر حکومت ہند کا جواب اثبات میں تھا۔ کمیشن سر ابراہیم رحمت اللہ مرحوم کی صدارت میں مقرر کیا گیا تھا اور مجھے اس میں شریک ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ کمیشن کی رپورٹ پیش ہونے کے بعد میں نے ۱۶ر فروری ۱۹۲۳ء میں اسمبلی میں ایک قرارداد کے ذریعہ حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ ہندوستانی صنعتوں کی حفاظت کی پالیسی اختیار کرے۔

ہندوستانی صنعتوں کا تحفظ

حکومت ہند نے اس اصول کو تسلیم کر لیا جو میری قرارداد میں مضمر تھا۔ حکومت نے ایک ترمیم پیش کی جس میں اس نے یہ اعلان کیا کہ ان شرائط کے تحت جو مستقل کمیشن رپورٹ کے فقرہ (۹۷) میں درج ہیں امتیازی تحفظ کی پالیسی اختیار کی جائے گی۔ یہ ترمیم باتفاق آرا منظور ہو گئی۔ ضمناً بھی ترجیح اور بدیسی سرمایہ کے سوالات نہیں اٹھائے گئے اس کے بعد مختلف تنقیحات پر غور کر کے امتیازی تحفظ کی پالیسی روبہ عمل لائی گئی اور تحفظ اور صنعتوں کے لیے فولاد، سمنٹ، پارچہ وغیرہ کی صنعتیں اس پالیسی سے مستفید ہونے لگیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اگر ان صنعتوں کی بروقت حفاظت نہ کی جاتی تو ان کا وجود اور ان کا مستقبل خطرہ میں پڑ جاتا۔ ان صنعتوں کو منتفاد سے کہلانے کے لئے عوام پر ناقابل تحمل کا بار ڈالا گیا۔ میں اس واقعہ کو اس لئے دہرا رہا ہوں تاکہ سر اردشیر دلال اور بمبئی پلان کے مصنفین کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرا سکوں کہ عوام الناس کو اپنی جیبیں اس لئے خالی کرنی پڑیں کہ یہ صنعتیں اور ان کو چلانے والے برقرار رہیں۔ عوام نے یہ ایثار اپنے افلاس کے باوجود کیا۔ اور اب عوام کو یہ حق حاصل ہے کہ ان کارخانہ داروں کو بدیسی حکومت یا بدیسی سرمایہ داروں سے عوام کے مشورہ کے بغیر کچھ نہ کرنے دیا جائے۔ عوام سے مشورہ ان کے مسلمہ نمائندوں کے ذریعہ ہو سکتا ہے جبکہ ان نمائندوں کو حکومت ہند میں جگہ ملے گی۔

ایک شبہ

یہ شبہ حق بجانب ہے کہ عوام کے ایثار سے فائدہ اٹھا کر یہ کارخانہ دار ایسی تجویز کر رہے ہیں جنگ کے بعد سیاسی مسئلہ کے حل سے پہلے بدیسی کارخانہ داروں سے اتحاد قائم کر رہے ہیں تاکہ سیاسی تسلط ختم بھی ہو تو معاشی استحصال جاری رہے۔ نہ صرف برطانیہ معاشی استحصال کرے گا بلکہ دیسی اور بدیسی کارخانہ داروں کے غیر مقدس اتحاد کا نتیجہ بھی معاشی استحصال ہو گا۔

یہی وجہ ہے جس کی بنا پر میں نے سر اردشیر دلال پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ ان کا مقولہ یعنی "معاشیات کو سیاسی ترقی کے انتظار میں چھوڑ نہ دینا چاہئے" ہندوستان پر ناقابل انطباق ہو گیا ہے اور تاوقتیکہ سیاسی مسئلہ کا کوئی حل دریافت نہ ہو جائے معاشی نقطہ نظر سے جو سمجھوتہ ہو گا وہ ہندوستان کے لئے قابل قبول نہ ہو گا۔

افلاس میں اضافہ

مسٹر مانٹیگو کے بعد حکومت ہند کی جو معاشی پالیسی رہی ہے اس کی نمایاں خصوصیات اس قابل ہیں کہ ان کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ میں یہاں صاف طور پر یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مسٹر مانٹیگو نے جو روایات قائم کی تھیں ان کو ان کے جانشینوں نے خیرباد کہہ دیا۔ اور ۱۹۲۳ء سے اب تک حکومت برطانیہ نے جو کچھ کیا یہ تھا کہ تحفظ کی پالیسی سے اس کو جو نقصان پہنچا تھا اس کی تلافی کر لی۔ یہ بات برطانوی عہدہ داروں کے لئے قابل تحسین نہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کی غریب آبادی کا افلاس اور بڑھ گیا۔ اس پالیسی کی ترویج میں بعض ہندوستانی کارخانہ داروں نے بڑا نمایاں حصہ لیا۔ مسئلہ کا یہ پہلو ایسا ہے جو ایک علیحدہ بحث کا متقاضی ہے۔

ڈاکٹر سید محمود کا آسان رسم الخط

چند اعتراضات

ڈاکٹر سید محمود صاحب کے ایک خطبہ کو "ہماری زبان" علی گڑھ بابت ۱۹۴۵ء میں اشاعت دی گئی ہے۔ قارئین کی نظر سے گزرا ہوگا۔ اس خط کو بقول ڈاکٹر صاحب موصوف آسان رسم الخط میں لکھا گیا ہے اس میں ص، ح، ع، ط وغیرہ کو ترک کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اردو املا کی اصلاح ضروری ہے جیسا کہ ادارۂ "ہماری زبان" نے خود تسلیم کیا ہے اور اس اصلاح و ترمیم کی ضرورت تقریباً ہر زبان کو آئے دن پیش آتی ہے جہاں تک اردو رسم الخط کا تعلق ہے ہم ڈاکٹر صاحب کی تحریک سے کسی صورت سے بھی متفق نہیں کیونکہ اس طرح رسم الخط آسان ہوتے ہوئے بھی لیکن معنوی لحاظ سے بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی۔

جب خدا کے فضل سے ہندوستان آزاد ہوگا تو ہمیں ضروری طور پر اپنی ہمسایہ حکومتوں سے رابطۂ اتحاد قائم کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ ترکی کو کرنا پڑا۔ ترکی نے اپنا فارسی رسم الخط ترک کر کے اپنے پڑوسیوں کا رسم الخط اختیار کیا۔ اسی طرح بین الاقوامی نقطۂ نظر سے ہندوستان کو فارسی رسم الخط اختیار کرنا پڑے گا جس کی ترویج و ترقی کے لئے ہندو مسلمان دونوں نے حصہ لیا ہے اگر ہم نے آسان رسم الخط کے زعم میں ان کو محسوس کو بہت وضعی کو لازمی کر دیا ہوگا تو اردو کا خدا حافظ۔ معانی منتقل ہو جائیں گے۔ الفاظ اپنی ہیئت بدلنے سے اپنے الفاظ سے جا پڑیں گے۔ ایسی صورت میں ایک دفعہ پھر ہمیں اس کی اصلاح کی ضرورت محسوس ہوگی۔

خدا نہ کرے ملاقات وبالِ جسم والی بات ہو جائے گی۔ اس لئے ایسے کام کو شروع کرنے سے پیشتر اس کے حسن و قبح پر ایک عمیق نظر ڈالنی چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ ایسی اصلاح ایک نسخہ سے زیادہ ثابت نہیں ہو سکتی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے ان الفاظ کے آسان رسم الخط کے بارے میں کیا فرمایا؟

صحیح لفظ	وہی لفظ آسان رسم الخط میں
عالم	آلم = (الم)
تحلیل = حل ہونا	تہلیل = لا الٰہ الا اللہ پڑھنا
حل = سلجھانا	ہل = بے معنی
اعجاز = معجزہ	ایجاز = اختصار الفاظ کا نہ
سمط = موتی وغیرہ کا دھاگا	سمت = طرف
علم = جاننا	الم = غم، رنج
منجسم = جسم ہونے والا	منہزم = شکست کھانے والا
معصوم = بے گناہ	اثوم = گنہگار
	اموم ......
حار = گرم، گرمی کرنے والا	ہار = شکست
جعلی = جو اصلی نہ ہو	جالی = تنت، جالی وغیرہ
عمارت = بلڈنگ	امارت = امیر ہونا، شان
وقیع = بلند	وقی = حفاظت
مبتدع = بدعت کرنے والا	مبتدی = شروع کرنے والا
علیم = علم رکھنے والا	الیم = دکھ دینے والا
ضمیمہ = مزید	ذمیمہ = بری
اعتراف = پہچاننا، ماننا	اتراف = [illegible]
عمر = حیات	امر = حکم
عامل = عمل کرنے والا	آمل = آرزو
حاصد = کھیتی کاٹنے والا	حاسد = حسد کرنے والا
	اسد
کل = ہیلیں	مہل = آہستگی، دیر

وغیرہ وغیرہ

خدا بچائے اس آسان رسم الخط سے یہ تو نرا مسخ ہے۔ ہمارے پڑوسی جب کہ یہ رسم الخط دیکھیں گے تو کیا کہیں گے اور پھر اس کے تحریک کو کس قدر سراہا جائے گا۔ کل کو جاہل طبقے کے لئے رسم الخط اور آسان بنانے کے لئے جناب کو زناب، جعفر کو جعور، غرض کی جگہ ارج، وغیرہ کی تحریک بھی پیش ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی تحریک اس قسم کی عمدہ عمدہ تحریکوں کا پیش خیمہ ہے۔

اس رسم الخط سے اردو ادب پر ایک کاری ضرب لگنے کا بھی ڈر ہے از سر نو اردو ادب کی ایک جامع لغت بنانا پڑے گا۔ خدا انجمن ترقی اردو (ہند) اور دار المصنفین اعظم گڑھ کو اردو پر اس قسم کے احسانات سے بچائے۔ آمین ثم آمین۔

(۱) تجویز بالکل نئی نہیں ہے پہلے بھی بعض بدعت پسندوں نے یہ خیال ظاہر کیا مگر کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ ڈاکٹر محمود صاحب کے اس خط سے بھی اہل اردو نے اسی قسم کی سرد مہری برتی اور واقعی ڈاکٹر صاحب کے افکار و آرا کو کسی خاص توجہ کا مستحق ثابت کرنا دشوار ہے۔ لیکن چونکہ وہ آج کل مسٹر گاندھی کی مخصوص تعلیم و تربیت سے مستفید ہو رہے ہیں لہٰذا بعض اہل الرائے کا گمان ہے کہ یہ سب ورد جاری کے اس فیضِ صحبت کا نتیجہ ہے۔ بہر حال بغرض تفہیم چند حقائق کا اظہار ضروری ہے۔ شاید کچھ اثر ہو۔

(۱) اردو کی بڑی خوبی یہ مانی جاتی ہے کہ وہ ہندو مسلمانوں کی مشترکہ زبان ہے۔ اس میں ۶۰ فی صدی سے زیادہ لفظ ایسے ہیں جن کی اصل ہندی یا سنسکرت ہے جو بہت سی ہندی زبانوں کی ماخذ اور ہندوؤں کی مذہبی زبان ہے۔ اس کے بعد تقریباً ۳۵ فی صدی الفاظ فارسی ترکی اور عربی سے لئے گئے ہیں۔ عربی ابھی تک عرب ممالک کی عام اور تمام مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے۔ اسی اشتراک و اختلاط کی وجہ سے عربی رسم خط میں وہ حروف ثقیلہ اور حروف مخلوط (یعنی بھ، پھ، گھ وغیرہ) داخل کرنے گئے جو عربی فارسی میں موجود نہ تھے۔ اب اس عربی رسم خط کو قائم رکھنا مگر عربی حروف ہی کو اس میں سے خارج کر دینا نامعقول سی بات اور قطعی نامعقول حرکت ہوگی۔ ایسی ترمیم کے بعد لازم ہے کہ پھر اردو کے مخلوط اور مشترک ہونے کی وصف بھی لفظاً اور معناً باقی نہ رہ سکے گا۔

اگر اصل ہندی لب و لہجہ سے غیریت کی بنا پر عربی حروف کو خارج کرنا مقصود ہے تو خ، ز، ش، غ، ف، ق کی اصوات بھی نئی ہندوستانی زبان سے خارج ہو جانی چاہئیں کیونکہ ان کے لئے بھی ہندی بولیوں اور ہندی حروف میں کوئی علامت نہیں تھی۔ یہ تکلف تو لازمی ہیں ان کی تلفظ کی کوشش کر رہے ہیں اور ہندی بولیاں ان اصوات سے قطعی معرا ہیں۔ (تکلف و تخلیق ابتر ہو)۔

تجربہ شاہد ہے کہ تھوڑی سی محنت اور تعلیم و مشق کے بعد ہندی بولنے والا کا تلفظ خ، غ، ف، ق اور اسی طرح ص، ط، ظ وغیرہ حروف صحیح ادا کرنے میں اردو والوں کے برابر ہو سکتا ہے۔

اس سلسلے کی کھیتی اردو زبان کی کیوں شامت بلائی جاتی ہے یہ تو برائے شگون کے اپنی ناک کٹانا ہے۔ ہندوستان میں اردو جیسی حسین زبان کوئی پیدا نہیں ہوئی۔ بڑا افسوس ہے کہ ڈاکٹر محمود ایک عربی کے نام سے یہ تحریک شروع ہوئی۔

(۲) ڈاکٹر صاحب کی تجویز جو اصلاحی نہیں بلکہ انقلابی ہے اس وقت تک عمل میں نہیں آسکتی جب تک مجوزہ رسم الخط میں لغت کی کتابیں کثرت سے شائع اور مروج نہ کر دی جائیں کیونکہ اس نئی املا میں لکھے ہوئے عربی اور فارسی الفاظ کسی کی سمجھ میں نہ آئیں گے۔ پھر چونکہ نہ صرف ابتدا سے بچوں کی تعلیم اس نئے رسم الخط میں ہو بلکہ اردو کا تمام ادبی اور علمی سرمایہ بھی منتقل کرنا پڑے گا کیونکہ مجوزہ رسم خط میں تعلیم پانے والے اسے نہ پڑھ سکیں گے اور نہ سمجھ سکیں گے۔

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۰)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

[illegible] نقیب:-

لارڈ ویول کی پوزیشن خود ان کے قول کے مطابق ایک لیڈر کی سی اور اختیارات کے لحاظ سے ثالث بالخیر کی سی تھی لیکن ایک یونینسٹ مسلمان کو نامزد کر کے لارڈ ویول ایک فریق بن گئے تو نہ ان کو ثالث بالخیر کہا جا سکتا تھا اور نہ غیر جانبدار لیڈر۔ (صداقت)

ایک معاصر تحریر کرتا ہے کہ:-

"کہنا مشکل ہے کہ شملہ کانفرنس کی ناکامی کی حقیقی وجہ وائسرائے کو بغیر کسی تحقیق کی پسند تھا یا برطانوی پارلیمنٹ کے اشارہ ... اب مسٹر جناح کو بدنام کرنے کی مہم شروع ہو چکی ہے۔"

کیا اب بھی پاکستان کا مطالبہ ناجائز یا غیر ضروری قرار دیا جا سکتا ہے!

جبری اور مفت تعلیم کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے معاصر "پیام" تحریر کرتا ہے کہ:-

"حسن اتفاق ہے کہ سر رشتہ تعلیمات کی ذمہ داریاں پہلی دفعہ ایک وقت تین ایسے ارباب اصحاب سے وابستہ ہوگئی ہیں جن کی متحدہ کوشش اس ملک کی تمام مشکلات پر قابو پا سکتی ہیں۔ آنریبل سید محمد اعظم رکن تعلیمات کے ساتھ مولوی مرزا اکبر صاحب ناظم تعلیمات اور ان کے ساتھ سید ... مرزا صاحب ناظر تعلیمات یہ ایک اچھا مثلث بن گیا ہے جس کے تمام زاویے ترقی پسند ہیں۔"

کیا قاضی محمد حسین صاحب سابق ایڈیٹر پیام اس مسئلہ کی تشریح فرمائیں گے؟

پر کسی شخص سنئے:-

"مولانا گاندھی کی بیٹھ"

ہم کو کہنا معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص استعفا پسند ہے وہ وقت واحد میں مولانا آزاد اور مہاتما گاندھی کا خیر مقدم کرنا چاہتا تھا۔ (امرت بازار پتریکا)

اندیشہ ہے کہ کوئی اور استعفا پسند مہاتما آزاد کی بیٹھ "دیکار بیٹھے"۔

خود ووٹ کس بلا کا نام ہے اب تک ہمارے ملک والے اس سے واقف نہیں اور نہ ان کو واقف کرانے کی کوشش کی گئی۔ (رشید)

"ووٹ کس بلا کا نام ہے" نہ جانتے ہوں تو کیا مضائقہ ہے؟ — ووٹ دار حکومت سے تو واقف ہیں۔ یہی کیا کم ہے۔

سنا گیا ہے کہ شہر کی جلد بلدیہ اور بلدیہ ناظم صاحب نظامت کی مذمت میں ایک قرارداد منظور کرنے کا قصد رکھتے ہیں تا کہ جلانے کی لکڑی سوکھی سستی اور اچھی ملے۔ اس قصد میں جو مالیہ حیثیت کی مالک ہے وہ شاید ناظم صاحب کو اس طرح مخاطب کرے گی:- "کیا آپ بادا جلانے کی لکڑی کا بھی انتظام نہیں کر سکتے تو کیا شہریوں کی نظامت کریں گے! اور آپ کے عہدہ دار تھے تو لکڑی بھی ملتی اور شہد بھی تھیں آنے سے جب سے لکڑی کا کال ہے۔"

ناظم صاحب راشن بندی بچوں کے دودھ اور ان کی غذا کا بطور خاص انتظام کرنے والے ہیں۔ (ایک خبر)

اس خبر کی اشاعت کے بعد بچوں کے والد صاحبان ناظم صاحب کی خدمت میں ایک جلوس کی صورت میں حاضر ہونے کا قصد رکھتے ہیں۔ جلوس کے ساتھ ایک جھنڈا ہوگا جس پر یہ شعر لکھا ہوگا:-

پیران را بجا گی ... دم
تو کہ دستگیر ... ان نظر داری

اس خبر کو پڑھ کر ایک دوست نے کہا کہ حیدرآباد میں یہ کانفرنس کیوں منعقد ہوئی؟

دوسرا دوست:- آخر یہ انکار حسب کیوں؟

پہلا دوست:- حیدرآباد کی پبلک زندگی سے ... مولوی ابوالحسن سید علی، مسٹر نرسنگ راؤ، کامریڈ نارائن ریڈی، مسٹر ... اور ... مہاراشٹرا پریشد اور پنڈت ... جاری ہیں۔

دوسرا:- چار ہندو اور ایک مسلمان۔

پہلا:- میرا مطلب یہ تھا، مولوی صاحب کے علاوہ جن چار بزرگوں کے نام ... مولوی سید علی صاحب، مسٹر ... الدین ... مسٹر ... احمد ... اور مسٹر انیس الدین احمد۔

دوسرا:- اس کانفرنس کا مقصد کیا ہونا چاہیے؟

پہلا:- حیدرآباد میں مسٹر ... کا قیام۔

دوسرا:- وہی قوم پرستوں والی بات۔

پہلا:- جی ہاں! اس کے بغیر چارہ بھی تو نہیں۔

مجلس کا دستور جمہوری ہے۔ باقاعدہ رکن بن کر مجلس سے تعلق رکھنے والا ہر شخص مسلمان اپنا مقام حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے۔ (مسٹر ... رکن ...)

واقف کار لوگوں کا بیان ہے کہ "مقام حاصل کرنے" اور "ہر شخص" کا حق آج کل صرف وہی اصحاب رکھتے ہیں جو آمادات کے پرستش کے لئے پیروی کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

رشید صدیقی حسین صاحب رکن شوریٰ کی مجلس اتحاد المسلمین ایک بیان میں کہتے ہیں کہ:- "مفاہمت کی کوشش کی ناکامی تمام مسلمانوں کے لئے باعث مسرت ہوئی۔ اب یہ حکومت کا فرض ہے کہ ان تمام مطالبات کی تکمیل کرے جن کا اعادہ فرزندان جلسہ عام مورخہ ... میں کیا گیا ہے۔"

یہ کیا ماجرا ہے! مفاہمت ہوگئی اور مطالبات قبول نہیں کئے گئے!!

سوویٹ روس خلیج فارس میں ایک بحری مرکز کا متلاشی ہے۔ (ایک خبر)

تو گویا کمیونزم روسی سامراجیت کا دوسرا نام ہے۔ کامریڈ نارائن ریڈی کیا فرماتے ہیں؟

جس وقت گاندھی جی شملہ جا رہے تھے ایک اسٹیشن

برلن میں ... کی کانفرنس۔ (ایک خبر)

ویول اسکیم کا تجزیہ

صحافتی کانفرنس میں مسٹر جناح کا بیان

صحافتی کانفرنس میں مسٹر جناح نے کہا کہ ویول اسکیم کے آخری تجزیے سے ظاہر ہو گیا ہے کہ ایک جانب کانگریس جو ہندو کانگریس ہے جو ہندو قومی آزادی کی علمبردار ہے اور جغرافی وحدت کے لئے علمبردار بنی اور لارڈ ویول گلانسی اور خضر میں ایک اتحاد قائم ہو گیا ہے جو پنجاب کے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور ہمیں اس اسکیم میں کھینچنے کی کوشش کی گئی۔ اگر ہم لارڈ ویول کی تجویز پر رضامند ہو جاتے تو ہم اپنے قتل نامہ پر دستخط کر دیتے۔ دیانت داری کے ساتھ ویول اسکیم کا تجزیہ کرو۔

۱۹۴۰ء سے ہمارا نقطہ نظر رہا ہے اور ہم نے بار بار حکومت برطانیہ پر یہ واضح کیا ہے کہ ہم کسی عارضی حکومت میں شریک نہیں ہو سکتے تا وقتیکہ حکومت برطانیہ کی جانب سے مسلمانوں کے حق خود ارادیت کی ضمانت دینے کا اعلان نہ کیا جائے اور یہ وعدہ نہ کیا جائے کہ جنگ کے اختتام کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو حکومت برطانیہ ان بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھ کر جو مسلم لیگ کی قرارداد لاہور میں مدون ہیں پاکستان کا قیام عمل میں لائے گی۔

کسی عارضی انتظام میں شریک ہونے کے لئے یہ ہماری پہلی شرط تھی۔ دوسری شرط یہ تھی کہ ہم اقلیت نہیں ہیں بلکہ ایک قوم ہیں اور یہ کہ ہم کسی عارضی انتظام میں ان حالات کے پیش نظر جو جنگ سے پیدا ہوئے ہیں شریک ہوئے اور مساعی جنگ میں کامل تعاون کرنے آمادہ ہیں اور ہم نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ مجوزہ کونسل میں ہمیں مساوی تعداد حاصل رہے۔

ویول کی تجاویز نے ان دونوں شرائط کی نفی کر دی اور ہم سے انتہائی قربانی کا مطالبہ کیا۔ میں جانتا ہوں کہ لارڈ ویول نے اپنی نشری تقریر میں کہا تھا کہ ان تجاویز سے ہندوستان کا آئندہ دستور یا دستاویز متاثر نہ ہوں گے۔ ایک ہی سانس میں ایک طرف ہم کو یہ بتایا گیا کہ ان تجاویز سے پاکستان کی تقسیم متاثر نہیں ہو گی لیکن دوسری طرف اس اسکیم کے ہندو جماعت اس اعلان کی تردید کرتے ہیں۔

میرے نزدیک یہ بات واضح ہے کہ اگر ہم یہ تجویز قبول کر لیں تو پاکستان کی تقسیم ایک غیر معین مدت کے لئے برف دان میں رکھ دی جائے گی۔ اس کے برعکس کانگریس وہ چیز حاصل کرے گی جو وہ چاہتی ہے یعنی ہندو قومی آزادی کے لئے راستہ صاف ہو جائے گا کیونکہ آئندہ کونسل ایک وحدانی حکومت کی طرح کام کرے گی۔ اور ہم جانتے ہیں کہ یہ عارضی حکومت ایک غیر محدود مدت تک کام کرتی رہے گی۔ اس کونسل کی تمام قوتیں اور حکومت برطانیہ کے رجحانات ہمارے مفاد کے لئے مضر ہوں گے۔ مسٹر امیری کا بیان برطانوی پالیسی کو اچھی طرح واضح کر دیتا ہے۔

دار العوام میں کامنز ایجنڈا پیش کرتے ہوئے مسٹر امیری نے کہا کہ جس نصب العین کو ہم نے ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے وہ ایک متحد ہندوستان ہے جس میں قومیں اپنا پورا حصہ ادا کریں گی ساتھ ہی ساتھ ہم نے یہ بات بھی محسوس کی ہے کہ ہندوستان کی وحدت کی کسی صورت کی نسبت ہندوؤں اور مسلمانوں میں ممکن ہے کوئی سمجھوتہ نہ ہو لہذا کسی عارضی انتظام سے یہ سوال متاثر نہ ہونے پائے کہ آخری تصفیہ متحد ہندوستان پر مبنی ہو گا یا منقسم ہندوستان پر۔

مجوزہ کونسل میں ہماری حیثیت کم کی ہو گی دوسری اقلیتیں مثلاً پست اقوام، سکھ، عیسائی وغیرہ وہی نصب العین رکھتی ہیں جو کانگریس کا ہے۔ بحیثیت اقلیتوں کے ان کی کچھ شکایتیں بھی ہیں لیکن ان کا نصب العین اور نقطہ نظر متحدہ ہندوستان کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ نسلی اور تہذیبی اعتبار سے انہیں ہندو سماج سے قریبی تعلق ہے۔

میں اس کے خلاف نہیں ہوں کہ تمام اقلیتوں کے ساتھ کامل انصاف برتا جائے اور ان کی حفاظت کی جائے لیکن ان کا ووٹ لازمی طور پر ہمارے خلاف پڑے گا اور وائسرائے کے ویٹو کے سوا ہمارے لئے کوئی تحفظ نہیں ہے اور ہر دستور اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ ویٹو روزمرہ کاروبار میں اکثریت کے فیصلے کے خلاف استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

مسلم جماعت کے پانچ ارکان کی مدد جو ویول اسکیم کا بڑا اہم جزو ہے ہمیں کہا گیا کہ مسلم لیگ تمام مسلم نمائندوں کو نامزد کرنے کا حق نہیں رکھتی۔ وہ اور دعویدار تھے۔ کانگریس دو مسلم نشستوں کی دعویدار تھی۔ گلانسی۔ خضر صاحب کی جانب سے ایک نشست چاہتے تھے۔

جب لارڈ ویول نے اصرار کیا کہ پنجابی مسلمانوں کی نمائندگی کے لئے ایک غیر لیگی کو جو کہ خضر حیات کا نامزد کردہ ہو لیا جائے تو گفتگو منقطع ہو گئی۔ میں نے کہا ہے صرف اندھا ہی اس بات کو نہیں دیکھ سکتا کہ کل ہند مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی مستند اور نمائندہ جماعت ہے۔ اگر ہم اس موقف کو قبول کر لیتے جو لارڈ ویول نے پیش کیا تھا تو اس کانفرنس سے ہم سب کچھ کھو کر نکلتے۔ ہمیں اپنے نصب العین سے دستبردار ہو جانا پڑتا اور مسلم لیگ کے لئے یہ موت کی گھنٹی ہوتی۔ اس صورت حال سے ہم دو چار تھے اور ہم نے محسوس کیا کہ ان تجاویز کو قبول کرنا ناممکن ہے۔

ناکامی کی ذمہ داری میری اپنی ہے

شملہ کانفرنس میں ہز اکسلنسی کا بیان

شملہ ۱۴ ر جولائی۔ ہز اکسلنسی وائسرائے نے آج صبح قائدین کی کانفرنس کی ناکامی کا اعلان کیا۔

قائدین کی کانفرنس کے امروزہ اجلاس کی نسبت حسب ذیل سرکاری بیان جاری کیا گیا۔ کانفرنس کا اجلاس آج صبح ۱۰ بجے منعقد ہوا۔ تمام ارکان شریک تھے۔ وائسرائے نے ایک بیان دیا اور جماعتی قائدین کی تقریروں کے بعد کانفرنس ختم ہو گئی۔"

ہز اکسلنسی لارڈ ویول وائسرائے ہند و داعی کانفرنس نے آج قائدین کی کانفرنس میں حسب ذیل بیان دیا۔

"کانفرنس کے ۲۹ ر جون کو ملتوی ہونے کے بعد سے جو واقعات پیش آئے ان کی نسبت کانفرنس میں بیان دینا میرے لئے ضروری ہے جیسا کہ آپ تمام اصحاب واقف ہیں۔ میرا ابتدائی ارادہ یہ تھا کہ کانفرنس اگزیکیٹیو کونسل کے ارکان کی تعداد اور ہیئت ترکیبی کی نسبت متفق ہو جائے اور اس کے بعد جماعتیں میرے پاس ناموں کی فہرست روانہ کریں۔ اگر ضرورت ہوتی تو میں ان فہرستوں میں اپنی طرف سے ناموں کا اضافہ کرتا اور ایک ایسی اگزیکیٹیو کونسل کو تشکیل عمل میں لانے کی سعی کرتا جو ہز مجسٹی کی حکومت نیز میرے اور کانفرنس کے لئے قابل قبول ہو۔

میں اپنے انتخاب کردہ ناموں کی فہرست پیش کرنے کی نسبت قائدین سے بحث و تمحیص کرنا اور آخر میں انہیں کانفرنس کے روبرو پیش کرنا چاہتا تھا۔ بدقسمتی سے کانفرنس ۲۹ ر جون کو اگزیکیٹیو کونسل کے ارکان کی قوت عددی اور ہیئت ترکیبی پر اتفاق کرنے سے قاصر رہی۔ میں نے کانفرنس کی رضامندی سے ایک ایسے حل کی سعی کرنے کا ذمہ لیا جو کسی ایسے فارمولا پر مبنی ہو جس پر قبل از قبل رضامندی ظاہر کی گئی ہو۔ میں نے جماعتوں سے خواہش کی کہ ناموں کی فہرستیں میرے پاس روانہ کریں تاکہ میں ایک ایسا حل پیش کر سکوں جو قائدین اور کانفرنس کے لئے قابل قبول ہو۔ مجھے ان تمام جماعتوں کے پاس سے فہرستیں وصول ہوئیں جن کی جانب سے نمائندگی عمل میں آئی ہے۔ بجز مسلم لیگ اور یورپی جماعت کے جس نے فہرست نہیں روانہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ بایں ہمہ میرا مصمم عزم تھا کہ کانفرنس ناکام نہ ہونے پائے تاکہ میں اس کو کامیاب انجام تک پہنچانے کی ہر امکانی کوشش کر لوں۔

"اس لئے میں نے اپنے منتخب کئے ہوئے ناموں کی ایک عارضی فہرست مرتب کی جس میں مسلم لیگ کے بعض ارکان کے نام شامل تھے۔ میرے پاس یہ باور کرنے کی ہر ایک وجہ تھی کہ اگر یہ انتخاب یہاں قبول کر لیا جائے تو یہ ہز مجسٹی کی حکومت کے لئے بھی قابل قبول قرار پائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری انتخاب کردہ فہرست سے ایک متوازن اور کارکردہ اگزیکیٹیو کونسل تیار ہوتی اور اس کی ہیئت ترکیبی تمام جماعتوں کے لئے معقول حد تک منصفانہ ہوتی۔"

بہرحال میرے لئے کسی جماعت کے دعوے کو بہ تمام و کمال قبول کرنا ممکن نہیں تھا۔ جب میں نے مسٹر جناح کے روبرو اپنے حل کی وضاحت کی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ مسلم لیگ کے لئے قابل قبول نہیں ہے لیکن ان کا فیصلہ ایسا قطعی تھا کہ میں نے محسوس کیا کہ مباحث جاری رکھنا بے سود ہے۔ ان حالات میں میں نے اپنے انتخاب کردہ ناموں کی مجموعی فہرست مسٹر جناح کو نہیں دکھائی۔ یہ نام دوسرے قائدین کے روبرو پیش کرنے میں بھی کوئی فائدہ نہیں تھا اس طرح کانفرنس ناکام ہو گئی۔

کانفرنس کی ناکامی کا جتنا افسوس مجھ کو ہے کسی کو نہیں ہو سکتا۔ میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کانفرنس کی ناکامی کی ذمہ داری میری اپنی ہے۔ کانفرنس کی تہ میں جو اصل تصور کارفرما تھا وہ میرا اپنا ہے۔ اگر کانفرنس کامیاب ہو جاتی تو اس کی کامیابی مجھ سے منسوب کی جاتی اس کی ناکامی کا الزام میں کسی جماعت پر عائد نہیں کر سکتا۔ میں جماعتی قائدین سے درخواست کرتا ہوں کہ اسی زاویہ نگاہ کو اختیار کر لیا اور اس امر کی امکانی کوشش کریں کہ الزام آفرینی اور طعن و تشنیع نہ ہونے پائے۔ یہ امر انتہائی اہم ہے کہ جماعتوں اور فرقوں کے درمیان رضامندی پیدا کرنے کی جو کوشش کی گئی اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ فرقہ وارانہ احساسات ابتر ہو جائیں۔ میں آپ تمام اصحاب سے درخواست کرتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ حکمت، ضبط و احتیاط کو کام میں لائیں۔

اب مجھے آئندہ کارروائی پر غور کرنا ہے میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ خواہ کچھ ہی ہو ان تین فرائض میں سے جو میری نشری تقریر میں بیان کئے گئے تھے پہلے دو فرائض یعنی جاپان کے خلاف جنگ کے انصرام اور نظم و نسق کے انصرام اور ابعد جنگ ترقی کی تیاری کا کام اس حکومت ہند کو انجام دینا ہوگا جو فی الوقت برسر عہدہ ہے۔ اس امر کا اہتمام کرنا میرا فرض ہے کہ یہ فرائض زیادہ سے زیادہ توانائی سے جو بہم پہنچا سکتا ہوں، انجام پائیں۔ میں ان میں کسی کا رکاوٹ کا روادار نہیں ہو سکتا۔ میں ان متعدد طریقوں پر بحث کرنے کے لئے کچھ وقت لینا چاہتا ہوں۔ جن کے ذریعہ میں اس کانفرنس کی ناکامی کے بعد ہندوستان کی مملکت مدد کر سکتا ہوں۔

جاپان کے خلاف جنگ جاری رہنی اور امن و امان قائم رہنا چاہئے تا آنکہ مجھے کوئی زیادہ واضح صورت نظر آئے۔ کسی نئی حکومت کی تجویز پیش کرنا دشوار اور شاید ناممکن ہے یا کوئی حکومت توثیق سازی یا تشکیل کے امکانات کی موجودگی میں اپنا کام جاری نہیں رکھ سکتی۔ مجھے اپنی حکومت کے استحکام اور کارکردگی کا اہتمام کرنا ضروری ہے اور اس نوعیت کے مسلسل حق کہ متواتر سیاسی مباحث میں پڑے رہنا ممکن ہے۔"

ہز اکسلنسی نے اپنا بیان ختم کرتے ہوئے کہا یہ بات ہز مجسٹی کی حکومت آئندہ کچھ عرصے کے بعد ظاہر ہوگی کہ جو آئندہ ہز مجسٹی کی حکومت تشکیل قریب میں کچھ ہی فیصلہ کرے۔

آپ نے مجھے جو مدد دی اور جس ضبط و تحمل اور مفاہمت کا اظہار کیا اس کے لئے میں آپ تمام اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس ناکامی سے آپ میں سے کسی کی بھی حوصلہ شکنی نہیں ہونی چاہئے۔ ہم آخرکار اپنی مشکلات پر غالب آجائیں گے۔ ہندوستان کی آئندہ عظمت و شوکت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

قائدین کی کانفرنس ۱۲ بجے ختم ہوئی وائسرائے کے بیان کے بعد مختلف جماعتوں کے قائدین نے انفرادی بیانات دئے۔

معلوم ہوا ہے کہ کانفرنس کے روبرو اگزیکیٹیو کونسل کی کوئی فہرست نہیں پیش کی گئی اور نہ انتخابات کے سوال پر غور کیا گیا۔ صوبوں میں وزارتوں کی بحالی کا مسئلہ اٹھایا گیا لیکن اس پر نہ کوئی بحث ہوئی اور نہ کوئی فیصلہ کیا گیا۔

شملہ کانفرنس کی ناکامی

ویول اسکیم میں کافی سے زیادہ باہمی رقابتوں کی گنجائش تھی

لارڈ ویول شملہ کانفرنس ناکامیابی پر منتج ہو گئی۔ ناکامی اس لحاظ سے گو بیحد افسوسناک ہے لیکن جلد کہ بیرونی دنیا ہندوستانیوں کے متعلق کوئی اچھی رائے نہیں قائم کرے گی اور برطانیہ کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ ہندوستانی خود کسی بات پر متفق نہیں ہوتے اور ان میں باہمی فرقہ بندیاں اور بڑے اختلافات اس حد تک سرایت کر گئی ہیں کہ اگر ان کو حاکمانہ اختیارات دے دیے جائیں تو وہ نظام حکومت چلا ہی نہیں سکتے۔ جب ہندوستانی خود ہی کسی مطالبہ پر اور نظام حکومت پر متفق نہیں ہوں تو برطانیہ کس طرح ان کو حکومت خود اختیاری عطا کر دے!

لیکن شملہ کانفرنس کی ناکامی اس معنی کر کے یقیناً خوش آئند ہے کہ کونسل کی ممبری جیسی حقیر چیز قبول کر لینے سے ملک کی جو ذلت و رسوائی ہوتی اس سے وہ بچ گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ کانگریس اور لیگ دونوں ہی ویول پیش کش کا شکار ہو سکیں پاسنگ حقارت سے ٹھکرا دیتے اور وزارت سے کمتر درجہ کی کوئی چیز قبول نہ کرتے۔ اب تو ان پر یہ مثل صادق آتی ہے کہ

"بات بھی کھوئی التجا کر کے"

لارڈ ویول نے کانفرنس کا اجلاس ایک غیر معینہ مدت تک ملتوی کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اس کی ناکامی کی ذمہ داری مجھ پر ہے گو مولانا آزاد لارڈ ویول کے اس قول کو انکساری پر محمول کرتے ہیں اور اس کی ذمہ داری مسٹر جناح کے کندھوں پر ڈالنا چاہتے ہیں لیکن اگر واقعات و حقائق کی روشنی میں غور کیا جائے تو ناکامی کی ساری ذمہ داری لارڈ ویول ہی پر ہوتی ہے۔ ہمارے دلائل یہ ہیں۔

لارڈ ویول نے اور وزیر ہند نے اس اسکیم کی تیاری کے وقت ہی کچھ تحفظات اپنے دماغوں میں رکھ لئے تھے۔ ان کی صادقانہ خواہش یہ نہیں تھی کہ کامل اختیارات [illegible] حکومت کے سامنے [illegible] بھی ہندوستانیوں کے سپرد کئے جائیں مگر چونکہ برطانیہ کے انتخابات سے پہلے مزدور پارٹی اور [illegible] کو جو قوت حاصل تھا اس کے [illegible] انہوں نے ایک معمولی سی اسکیم تیار کی۔ یہ دونوں خوب جانتے تھے کہ بیرونی دنیا اگر ایگزیکٹو کونسل کی ممبری اور وزارت میں کوئی فرق نہیں سمجھ سکے گی کہ ہندوستانیوں کو مرکزی حکومت میں بھی سارے اختیارات دے دیے جا رہے ہیں۔

فرض کرو ایک معمولی سی اسکیم تیار کی گئی اس میں باہمی رقابتوں اور فرقہ بندیوں کی کافی سے زیادہ گنجائش رکھ لی۔ قاعدہ کے مطابق وائسرائے کو مرکزی اسمبلی کے پارٹی لیڈروں ہی کو اپنے اپنے نمائندے کے نام دینے کے لئے مدعو کرنا چاہئے تھا اور اپنی تقریر میں کانگریس اور مسلم لیگ کے نمائندوں کی مساوات کہنا تھا۔ مگر انہوں نے دستور و قاعدہ کو نظر انداز کر کے اعلیٰ ذات کے ہندو اور مسلمان کے الفاظ رکھ دیئے تاکہ ان کی عمومیت سے فائدہ اٹھا سکیں۔

(۲) پارٹی لیڈروں کی بلا ضرورت ایک کانفرنس طلب کی۔ ان سے رسمی باتیں کرنے کے بعد کہا کہ ہر جماعت کا لیڈر اپنے اپنے نمائندوں کی فہرست بھیجے۔ انتخاب کا آخری حق وائسرائے نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔ یہ حق اپنے ہاتھ میں رکھا ہی اس غرض سے تھا کہ فہرست میں سے ان افراد کو بھی نامزد کر سکیں گے جن کے نام کسی فہرست میں نہ ہوں۔

(۳) ایک طرف تو لارڈ ویول نے کانگریس اور لیگ کے صدر صاحبان سے یہ فرمائش کی کہ اپنے اپنے نمائندوں کی فہرستیں بھیجیں اور دوسری طرف یہ فرمائش بھی کر دی کہ مسٹر جناح جو فہرست بھیجیں اس میں ایک غیر لیگی غیر کانگریسی مسلمان کا نام بھی ہو۔ یعنی پنجاب اسمبلی کی یونینسٹ پارٹی کے ایک مسلمان ممبر کا۔ حالانکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت تھی کہ یونینسٹ پارٹی کوئی آل انڈیا پارٹی نہیں ہے صرف پنجاب اسمبلی کی ایک پارٹی ہے جو انتخابات کے لئے عالم وجود میں لائی گئی تھی۔ پھر یہ کہ اگر یونینسٹ پارٹی کا کوئی نمائندہ لینا ہی تھا تو اس کا مسلمان ہو کیوں لازمی سمجھا گیا۔ اور مسلم لیگ ہی کی ایک نشست پر کیوں دانت گڑو دیئے گئے! یہ ظلم نہیں تو کیا کہا جائے گا کہ جو قوم اقلیت میں ہے اسی کی ایک نشست چھینی گئی۔

(۴) لارڈ ویول کی پوزیشن بقول ایک لیڈر کی تھی اور اختیارات کے لحاظ سے ثالث! تجویز کی گئی تھی لیکن ایک یونینسٹ مسلمان کا نام پیش کر کے لارڈ ویول ایک فریق بن گئے اور جب وہ فریق بن گئے تو نہ ان کو ثالث تسلیم کیا جا سکتا ہے اور نہ غیر جانبدار لیڈر۔

(۵) اگر لارڈ ویول صدق دل سے چاہتے کہ ان کی پیش کش تمام پارٹیاں قبول کریں اور ان کی اسکیم کامیاب ہو جائے تو ان کے لئے بہترین صورت یہ تھی کہ مسلم لیگ کے ۵ نمائندوں سے لیتے اور کانگریس کی فہرست میں سے ایک مسلمان بھی لے لیتے۔ اس سے یہی تو ہوتا کہ کونسل میں ۵ کے بجائے ۶ مسلمان ہو جاتے! اور ان کی تقریر والی شرط جو اعلیٰ ذات کے ہندو اور مسلمان کی مساوات رکھی گئی تھی اس کی خلاف ورزی ہی تو ہوتی! کیا لارڈ ویول اپنی لیڈری اور ثالثی کی پوزیشن سے اتنا فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتے تھے کہ اپنی تقریر کی ایسی تشریح و تفسیر کر سکتے جس سے تمام سیاسی پارٹیاں مطمئن بھی ہو جاتیں اور ان کا نام اور رسوخ بے زمانہ [illegible] میں کامیاب ہو جاتا۔

ان دلائل و حقائق کی بنا پر ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ شملہ کانفرنس کی ساری ذمہ داری خود لارڈ ویول اور صرف لارڈ ویول پر ہے۔ (خلافت)

کیا کانگریس تمام فرقوں کی نمائندہ ہے؟

بقیہ سلسلہ صفحہ (اول)

(۸) مرکزی اسمبلی میں جب مسٹر رنگا آئیے داخلہ مندر کا مسودہ قانون پیش کیا تو مسٹر گاندھی نے اس مسودہ کو آگے بڑھانے میں کیوں مدد نہیں دی؟

(۹) مسٹر گاندھی نے ہریجن سیوک سنگھ کے مقاصد میں اچھوتوں کے شہری حقوق کی حفاظت کو کیوں شامل نہیں کیا؟

(۱۰) ہریجن سیوک سنگھ کے انتظام میں ہریجنوں کو کیوں شریک نہیں کیا گیا؟

(۱۱) فرقہ واری فیصلہ ثالثی کے فوائد سے ہریجنوں کو محروم رکھنے کے لئے گاندھی جی کا مرن برت کیوں تھا؟

(۱۲) پست اقوام کی نشستوں پر قبضہ کرنے کے لئے ایسے ہریجنوں کو کیوں کھڑا کیا گیا جو کانگریس کے آلہ کار تھے؟

(۱۳) کانگریسی وزارتوں میں ہریجنوں کو شریک کرنے کے لئے گاندھی جی نے کانگریس پر کیوں زور نہیں ڈالا؟

(۱۴) صوبہ متوسط میں جب ڈاکٹر کھارے نے کوشش کی کہ ہوتی (نمائندہ پست اقوام) کو وزارت میں شریک کرنا چاہا تو اس کو مسٹر گاندھی نے کیوں پسند نہیں کیا؟

آخری باب میں ڈاکٹر امبیدکر نے برطانیہ اور امریکہ کے باشندوں کو مخاطب کرکے لکھا ہے کہ وہ لوگ اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کانگریس کس قسم کی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہی ہے۔ پست اقوام کو یہ اندیشہ ہے کہ کانگریس کی مطلوبہ آزادی زبردست فرقہ کی آزادی ہوگی اس لئے کمزور فرقوں کے دستوری تحفظات کے ذریعہ حفاظت کی جانی چاہئے۔ انگلستان اور امریکہ کے باشندے اس بات کو محسوس نہیں کرتے کہ جب وہ کانگریس کی حمایت کرتے ہیں کمزور فرقوں کو کانگریس کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے کی تائید کر رہے ہیں۔

(اسوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا)

ڈاکٹر سید محمود کا آسان رسم الخط

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

(۳) یہ ایک سیدھی سی بات ہے کہ عربی کے مادے سے جو مشتقات بنتے ہیں ان میں اصل حروف قائم رہتے ہیں اور دو حرف جو وہاں بکثرت مردوں کے اپنے [illegible]

تعلیم یافتہ بھی ان کے باہمی تعلق کو پہچان لیتے ہیں اور آسانی سے مفہوم سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر محمود صاحب نے اپنے خط میں کسی امراؤ کی لکھا ہے۔ مجوزہ رسم سے لفظ مودی معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس کا اصل عربی مادہ عظم ہے جس سے اردو میں اور بھی کئی لفظ استعمال میں آتے ہیں مثلاً اعظم عظمت عظیم وغیرہ۔ پھر ان کے مرکبات اور مضافات ہیں۔ املا کے بدلنے سے یہ سب الگ الگ لفظ بن جائیں گے اور ان کا باہمی ربط پہچاننا محال ہوگا۔ اس غلط بحث سے زبان کی نشوونما اور وسعت، خوش ربطی حتی کہ اختصار پر ضرب شدید لگے گی۔

ڈاکٹر محمود صاحب نے اپنے مجوزہ رسم خط کے قاعدے سے اپنا نام بھی مہمود لکھا ہے! ڈاکٹر صاحب کے فقدان علم کا نتیجہ ہے کہ مہمود کے نام سے انھوں نے اپنے کو مخاطب کرانا پسند فرمایا ورنہ اس لفظ کے معنی تو (۱) وہ زمین جو بنجر کر دی گئی ہے اور (۲) پھٹا پاجامہ آتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بنجر ہیئت کے مطالعے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے یہ ترمیم پسند کی ہو یہی بنا اس کی ہو کہ سارا رسم خط ہی بدل دیا جائے ورنہ شاید لوگ ان کا نیا نام اس طرح قبول فرمائیں۔

ڈاکٹر صاحب کے اس شاہکار کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ مصرعہ ان کی کانگریسی عظمت پر کس قدر صادق آتا ہے۔

لینے کو سبق کفر کا برہمن آئے۔

ہماری زبان

تحصیلداروں کے خلاف تحقیقات

حیدرآباد۔ ۱۱ر شہریور۔ بعض رسد مختلف شکایات کے سلسلہ میں حسب ذیل تحصیلداروں کے خلاف تحقیقات ہو رہی ہے۔

محمد علی صاحب تحصیلدار پالم ضلع پربھنی معطل حسین خاں صاحب تحصیلدار کنٹرول رسد ہدایت علی صاحب تحصیلدار نلگنڈہ آباد میں ایم قادری صاحب تحصیلدار سلوڑ۔ یوگیراج صاحب تحصیلدار گنا کھیڑ کو چالان کر دیا گیا ہے اور یسین حسین صاحب جنید کی تحصیلدار مریال گوڑہ اور محی الدین خان صاحب دیورکنڈہ پنگاری پر تنزل کر دیا گیا ہے۔

محکمہ راتب بندی کے عبدالحمید خاں صاحب مددگار ناظم اور رحیم پرشاد صاحب سابق گوداموں افسر بلدہ کے خلاف تحقیقات ہو رہی ہے۔ (اودن)

برطرفی

حیدرآباد۔ ۱۱ر شہریور۔ معتمدانی نظم ونسق کے ضمن میں محکمہ رسد ضلع پربھنی کے حسب ذیل افراد کو برطرف کر دیا گیا ہے۔

سید احمد میں گرداور بیت۔ حسین الدین گرداور ہنگولی۔ رنگا راؤ گرداور جنتور۔ امین الدین گرداور جنتور۔ سید محمد ہاشمی گرداور جنتور۔۔

ضلع رائچور کے حسب ذیل اشخاص برطرف کر دئے گئے ہیں۔

محمد اسمعیل خان کلرک سندھنور۔ گوبند راؤ گرداور گنگاوتی آدوگا چاری گرداور کشتگی کشن راؤ گرداور دیورگ۔ عبدالعلیم گرداور دیورگ بشیر الدین گرداور عالم پور۔ غوث محی الدین گرداور عالم پور۔ سید مصطفےٰ گرداور لنگسگور۔ بابن گوڑ گرداور کشتگی کشن راؤ گرداور سندھنور۔ پانڈو رنگ راؤ پٹواری کشتگی۔ وینکن گوڑ مالی پٹیل کشتگی۔ رنگین گوڑ پٹیل کشتگی مشن راؤ پٹیل کشتگی۔ راؤ وینکٹ راؤ پٹواری کشتگی۔ بینی گوڑ پولیس پٹیل کشتگی۔ [illegible] الدین چپراسی سندھنور۔ اخواجہ نائک چپراسی سندھنور۔ جمال الدین کانسٹبل پولیس رائچور۔ [illegible] کانسٹبل رائچور۔ جمال کانسٹبل گنگاوتی۔

(اودن)

خلاصہ رپورٹ نظم و نسق سالانہ محکمہ تجارت و حرفت سرکار عالی

محکمہ تجارت و حرفت سرکار عالی کی رپورٹ نظم و نسق بابتہ ۱۳۵۲ف ہی جن خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سوت اور پارچہ کے نئے گوداموں، اون کاتنے اور بننے کے مرکزوں کا قیام اور مظاہرتی جماعتوں کا انتظام شامل ہے۔ رپورٹ میں یہ بتایا ہے کہ سردست صنعت دستی پارچہ بافی کے مستعد اور مستقل بنیادوں پر اس کے قیام کی ایک اسکیم محکمہ مذکور کے زیر غور ہے۔

دوران زیر تبصرہ ان اضلاع میں جو قحط سے متاثر تھے سوت اور پارچہ کے دو نئے گودام قائم کئے گئے۔ ان گوداموں نے گرنیوں سے سوت حاصل کر کے اسے پیداوار کے مرکزوں پر بھجوا دیا۔ ان کے علاوہ اضلاع کے اون کاتنے اور بننے کے دو مراکز اور تربیت گاہ مصنوعات دیہی حیدرآباد میں کمبلوں کو دبیز کرنے کے ایک مرکز قائم کیا گیا۔ سربراہان جو بڑے پیمانہ پر کام کرنے والوں میں اون کاتنے کے چار سو ترقی یافتہ چرخوں کی ترویج کی گئی۔ رپورٹ میں یہ بھی دیا ہے کہ اس اسکیم کے نفاذ کے بعد سے (۹۳۱۲۲) پونڈ اون جس کی قیمت (۹۹۵۶) روپیہ ہوتی ہے، راست دستکاروں سے خریدا گیا اور (۲۰۹۲۹) روپیہ کی مالیت کے (۲۶۳۳۲) کمبل تیار کئے گئے ان میں سے (۲۹۴۲) روپیہ کی مالیت کے (۱۵۰۸۰) کمبل حکومت ہند کو فراہم کئے گئے اور باقی حیدرآباد میں فروخت کر دئے گئے۔ امرداد ۱۳۵۲ف کے ختم تک خالص منافع (۹۵۹۲) روپے ہوا۔ ضلع واری مظاہراتی جماعتیں نے زائد عمل کی مدد سے پیداوار کے (۱۵) مرکزوں کی تنظیم کی تاکہ وہ زیادہ تر جنگی اغراض کے لئے اور ایک خاص حد تک غیر فوجی ضروریات کے لئے پارچہ تیار کریں۔

دوران سال زیر تبصرہ (۲۰۰۰) کرگھے کپڑے کی تیاری میں مصروف تھے۔ اس کے مقابلہ میں پچھلے سال ان کرگھوں کی تعداد (۲۰۸۵) تھی اس سال تقریباً (۱۰۴۰۷۰۰) روپیہ کی مالیت کی فرمائشوں کی تکمیل کی گئی۔ اس کے مقابلہ میں ۱۳۵۱ف تک جو فرمائشیں پوری کی گئیں ان کی مالیت چار لاکھ روپیہ تھی۔ اس کے علاوہ چار لاکھ روپیہ سے زیادہ مالیت کی مقامی ضرورتوں کو پورا کیا گیا۔

تربیت گاہ مصنوعات دیہی میں لڑکوں کو جوہر تراشی کا فن سکھانے کے لئے ایک نئے شعبہ کا اضافہ کیا گیا اور ختم سال پر چار طالب اس فن کی تربیت حاصل کر رہے تھے۔ مدرسہ کے کارخانہ قالین سازی اور بنن پڑے بننے کے اوزار سے اعلیٰ ترتیب۔ قالین سازی کے کار چوبی کے شعلوں وغیرہ کی تیاری کا کام جاری رکھا۔

آخری رپورٹ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جنگ کی غیر معمولی صورتوں کے پیش نظر نگرانی سے متعلق کئی احکام نافذ کئے گئے جن کا تعلق ایسی اشیاء کی ایک بڑی تعداد کی پیداوار، حمل و نقل اور تقسیم سے تھا جن کی مقامی صنعتی اداروں کو اپنا کام جاری رکھنے کے لئے ضرورت تھی۔

(محکمہ اطلاعات)

آئرش جمہوریت

مسٹر ڈی ولیرا کی تشریح

ڈبلن ۱۶ جولائی۔ آئرش کے وزیر اعظم ڈی ولیرا نے گزشتہ رات ڈیل سے کہا کہ آئرستان جمہوریت ہے اور ساتھ ہی برطانوی دولت عامہ کا رکن بھی ہے۔ آپ نے کہا مملکت جو کچھ ہے وہی ہے۔ اور وہ نہیں ہے جو میں کہوں۔ ایک خاص مملکت کی سیاسی تشریح کی جانی چاہئے اور یہ ایسا معاملہ ہے جس کا کسی فرد کے ذاتی خیال سے تصفیہ نہ کیا جانا چاہئے بلکہ مملکت کے دستور اور اس کے بنیادی قوانین کے ذریعہ اس کا تصفیہ ہونا چاہئے۔

وزیر اعظم نے متعدد انسائیکلوپیڈیا سے "جمہوریت کی تعریف کی اور کہا وہ مملکت جس کے ادارے ہمارے دستور کے مطابق ہوں میں سمجھتا ہوں کہ ظاہری طور پر جمہوری ہے۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر ڈی ولیرا نے کہا کہ اگر کوئی اس خیال پر مصر ہے کہ ہماری مملکت جمہوری نہیں ہے تو میں ان سے بحث نہیں کر سکتا کیونکہ ہماری کوئی مشترکہ زبان نہیں ہے .... ہمارے الفاظ مشترکہ ہیں اور نہ ہمارے تصورات"

مسٹر ڈی ولیرا کے اس کی سماعت کرنے کے لئے ڈیل (آئرستانی پارلیمان) ہوئی تھی۔

مسٹر ڈی ولیرا نے یہ کہتے ہوئے تقریر ختم کی کہ "ہماری آزاد جمہوریت ہے جس کا تعلق خارجی حکمت عملی میں برطانوی دولت عامہ کی مملکتوں سے ہے۔"

آپ نے ۱۹۳۶ء کے قانون خارجی تعلقات کا حوالہ دیا اور کہا یہ قانون کوئی بنیادی قاعدہ نہیں بلکہ ایک دستور ہے جس کو منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

قائد حزب الاختلاف نے کہا کہ کسی ابہام کے بغیر آئرش برطانوی دولت عامہ کا رکن ہے۔ مباحثہ جاری ہے۔ (رائٹر)

نفاذ اصلاحات کی تیاریاں

حیدرآباد ۱۶ جولائی۔ حکومت سرکار عالی کی جانب سے اس امر کی کوشش کی جا رہی ہے کہ دستوری اصلاحات بعجلت ممکنہ نافذ کئے جائیں۔ اس کی توقع کی جا رہی ہے کہ ۱۹۴۵ء کے آغاز پر مجلس مقننہ تشکیل پا جائے گی۔ مجلس تعیین حقوق رائے دہی فضیلت مآب صدر اعظم بہادر سر سید الملک صدر، آنریبل صدر المہام مال، آنریبل صدر المہام فینانس، معتمد امور عامہ اور معتمد اصلاحات پر مشتمل ہے۔ اس مجلس کے اجلاس منعقد ہوئے جن میں جدید دستور کے تحت تشکیل پانے والی مختلف مجالس کے رائے دہندگان کے حق رائے دہی کا تعین کیا جا چکا ہے جس کے تحت مختلف حلقہ جات کی نمائندگی حاصل ہوگی۔

محکمہ مال نے تمام تعلقداران صاحبان کو ہدایت کی ہے کہ وہ بلا کسی تاخیر کے فہرست رائے دہندگان تیار کریں۔

(ا۔پ)

احمدیہ پریس میں طبع ہوکر دفتر مملکت سانچہ دوپہ سے شائع ہوا۔